جمہوری حق کا ناحق استعمال

تحریر: سہیل احمد لون

میں جرمنی کے شہر شوائن فورٹ میں مکینیکل انجنیئر کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ہر تعلیمی سال میں ہمیں تقریباً اڑھائی ماہ کے لیے کسی متعلقہ فیکٹری میں پریکٹیکل کے لیے جانا پڑتا تھا۔ ستمبر 2002ء میں ہماری کلاس کے چند لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک گروپ جس میں میں بھی شامل تھا گاڑیوں کے سپیئر پارٹس بنانے والی ایک مشہور کمپنی زاکس (SACHS) بھیج دیا گیا۔ ہر کسی نے اپنے متعلقہ ڈیپارٹمنٹ میں رپورٹ کی۔ فیکٹری میں اس دن کوئی کام نہیں ہو رہا تھا تمام مشینیں رکیں ہوئیں تھیں اور فیکٹری میں کام کرنے والے سب لوگ ایک خاص میٹنگ پوائنٹ پر جمع ہو رہے تھے۔ ہمیں بھی میٹنگ پوائنٹ پر جانے کو کہا گیا۔ میٹنگ پوائنٹ پر پہنچے تو وہاں پلے کارڈز، بینرز اور سیٹیاں تقسیم کیں گئیں۔ ایک آدمی نے مائیک پکڑ کر تقریر کی تو پتہ چلا کہ آج فیکٹری میں ہڑتال ہے اور عملے سمیت تمام ورکرز احتجاجی جلوس نکالنے والے ہیں۔ طے شدہ وقت پر تمام لوگ فیکٹری کے مین گیٹ سے باہر نکلے جہاں پولیس، میڈیا اور ایمبولینس پہلے سے موجود تھی۔ پولیس اور میڈیا والوں نے فیکٹری کے ورکرز اور عملے کے ساتھ ساتھ سڑک پر چلنا شروع کر دیا۔ اس احتجاجی جلوس کا روٹ پہلے سے طے شدہ تھا۔ کچھ لوگوں نے ہاتھوں میں پلے کارڈز اور کچھ نے بینرز اٹھائے ہوئے تھے جن پر ان کی مانگیں درج تھیں۔ کچھ لوگ چلنے کے دوران سیٹیاں بجاتے رہے۔ احتجاجی جلوس کے روٹ اور وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے پولیس نے پہلے سے ہی ٹریفک کو متبادل راستہ فراہم کر دیا تھا۔ یوں احتجاجی جلوس پرامن ماحول میں چلتا ہوا شہر کے وسط میں آ گیا جہاں ایک وسیع میدان تھا اور اسٹیج بھی بنا ہوا تھا، کچھ مقررین نے خطاب کیا اپنے مطالبات بتائے۔ اس کارروائی کے بعد سب لوگ طے شدہ روٹ سے واپس فیکٹری چلے گئے۔ اسی طرح 2005ء میں سخت برف باری میں فرینک فورٹ ائیر پورٹ کے باہر جارج ڈبلیو بش کے خلاف مظاہرہ بھی دیکھا جہاں لوگوں نے بش کے خلاف بینرز اٹھا رکھے تھے۔ لوگ بش کی جنگی پالیسی کے خلاف تھے جس میں جرمنی کی حکومت نے بھی ساتھ دیا ہوا تھا۔ لوگوں کا مطالبہ تھا کہ بش انتظامیہ کو جنگ کی پالیسی بدل دینی چاہیے اور جرمنی کو بھی اس کا ساتھ نہیں دینا چاہیے کیونکہ اس کی وجہ سے ملک کی معاشی حالت ابتر ہوتی جا رہی ہے۔ یہ مظاہرہ بھی بڑا پرامن تھا۔ گزشتہ برس برطانیہ میں پولیس کے خلاف احتجاجی مظاہرہ چند شرپسند اور مجرمانہ صفت نوجوانوں کی وجہ سے ہنگامہ آرائی، لوٹ کھسوٹ، جلاؤ گھیراؤ میں تبدیل ہو گیا جو لندن سے شروع ہو کر دیگر بڑے شہروں تک پھیل گیا۔ برطانوی حکومت کے فوری ایکشن سے نہ صرف اس پر قابو پا لیا گیا بلکہ مقامی عدالتوں کو چوبیس گھنٹوں مصروف کر کے سینکڑوں قانون شکنوں کو سزا بھی دی گئی۔ احتجاج کرنا عوام کا جمہوری حق ہے مگر وطن عزیز میں اس حق کو بڑا ''ناحق'' استعمال کیا جاتا ہے۔ ملک میں جمہوریت کی ریل اپنے رنگ برنگے ڈبوں سمیت پٹڑی پر رواں دواں ہے جس میں سوار ہونے کے لیے بے ایمانی کی ٹکٹ ہونا ضروری ہے۔ پانچ برس بعد ہو سکتا ہے اس کا انجن بدل جائے مگر جمہوریت کی ٹرین کے ڈبے وہی رہیں گے۔ موجودہ حکومت کے سنہری دور میں جمہوریت کی ٹرین کے سامنے پاکستان ریلوے بازی ہار گئی۔ ریل بیچاری تو پٹڑی پر کبھی کبھار ہی نظر آتی ہے اگر غلطی سے آ بھی جائے تو عوام کے غصے کی نظر ہو جاتی ہے۔ بینظیر کی

شہادت ہویا گرمی میں لوڈشیڈنگ سے جھلسی غریب عوام،ان کو اپنے غصے کی آگ نکالنے کے لیے آخری ہچکیاں لیتی ریلوے کی ٹرین کونذرِ آتش کرنے سے ہی ٹھنڈ پڑتی ہے۔اس بات کا شاید ان کو احساس نہیں ہوتا کہ جو ٹرین وہ جلا رہے ہیں وہ ان کے ٹیکسوں سے ہی خریدی گئی تھی۔ٹرین جلانے سے ایک ٹرین میں کمی آجائے گی اور کئی غریبوں کی سفری پریشانیوں میں اضافہ ہوجائے گا۔جس طبقے کو ٹرین جلا کر اپنے غصے کا اظہار کروایا جاتا ہے ان کا ٹرین کے سفر سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا۔گیس،بجلی،مہنگائی اور بے روزگاری سے ستائے لوگ جب سڑکوں پر نکل آتے ہیں تو ٹریفک بلاک کرکے ٹائروں کو جلا کر فضاء تو گندی کرتے ہی ہیں مگر ساتھ اپنا منہ بھی کالا کر رہے ہوتے ہیں۔سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے سے ان کو کچھ وقت کے لیے شاید تسکین مل جاتی ہوگی مگر نقصان تو حقیقت میں وہ اپنا ہی کر رہے ہوتے ہیں۔توڑ پھوڑ،جلاؤ گھیراؤ اور سڑک بلاک کرنے سے اشرافیہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔اصل میں غریب عوام اپنے جیسے غریب لوگوں کے مسائل بڑھا رہے ہوتے ہیں۔ٹریفک کا نظام پہلے ہی بڑا بے ہنگم ہے اس کو مزید خراب کردیا جاتا ہے۔امتحان کسی وجہ سے نہ ہوسکا طلبہ نے امتحانی مرکز میں توڑ پھوڑ کر ڈالی اس سے حکومت کو کیا نقصان......؟ ڈاکٹروں اور نرسوں کے مطالبات پورے نہ ہوئے انہوں نے ہڑتال کردی جس سے جان بچانے والے جان لینے والے بن گئے۔اس سے بھی صرف غریب عوام ہی متاثر ہوتی ہے کیونکہ اپر کلاس کا عام ہسپتالوں اور ڈاکٹرز سے کیا لینا دینا......؟عوامی احتجاج کے جمہوری حق میں پنجاب حکومت اپنا حصہ ڈال کر اپنے آپ کو جمہوریت کا علمبردار ثابت کرنے کی کوشش میں یہ بھول بیٹھی ہے کہ وہ بھی اسی حکومت کا حصہ ہے جس کے خلاف وہ نعرے لگا کر لوگوں کو بے وقوف بنانے کی احمقانہ کوشش میں مصروف ہے۔پنجاب حکومت کا یہ فعل سمجھ سے بالاتر ہے کہ ان کو عوامی مسائل سے کیا تکلیف ہے......؟ان کو روٹی،کپڑا،مکان بچوں کی تعلیم،صحت اور تحفظ جیسے زندگی کے بنیادی مسائل سے دور دراز تک کوئی واسطہ نہیں۔دوسری طرف غریب عوام زندگی کی بنیادی ضروریات کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے ایک مستقل بے اطمینانی،جھنجھلاہٹ اور عدم تحفظ کے احساس کا شکار ہوچکی ہے۔اس مستقل احساس محرومی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے گردوپیش ہر شئے سے نفرت کرنے لگتا ہے اور جذبات بھڑک اٹھتے ہیں۔حد سے زیادہ غصے میں انسان کے دورِ عمل ہوتے ہیں۔اگر اس کا دشمن پر بس نہیں چلتا تو وہ خود اپنا ہی سر پیٹ لیتا ہے۔کچھ یہی کیفیت اس وقت ہماری عوام کی ہوچکی ہے۔جب وہ اپنے غاصب حکمرانوں کا کچھ نہیں بگاڑ پاتے تو ان کے سامنے جو کچھ آتا ہے اسے نیست ونابود کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔نفرت محض خلا میں تو نہیں کی جاسکتی،نفرت کے اظہار کے لیے کوئی جسمانی شئے ہونا ضروری ہے۔چنانچہ ہماری عوام اپنے ہی شہر اور ہم وطنوں کو تباہ کر رہے ہیں۔جس میں نقصان اس کا ہی ہوتا ہے جس کا کوئی قصور نہیں۔جذبات کی آگ میں جلتی عوام کو اس وقت ٹھنڈا کرنے کی ضرورت ہے۔اہل فکر اور دانش ور طبقے کو آتش نوا مقرر اور شعلہ فشاں اہل قلم بننے کی بجائے عوم کو یہ سمجھانا چاہیے کہ اس کا اصل دشمن کون ہے۔عوام کو یہ سمجھایا جائے کہ ان کے دشمن وہ نجی مکانات،سرکاری عمارات نہیں جن کو جلانے سے ان کی جذبات کی آگ ٹھنڈی ہوتی ہے۔ہمارے دشمن وہ کوچہ بازار نہیں جن کو لوٹا جارہا ہے،ویران کیا جارہا ہے۔وہ محنت کش نہیں جن کو کام سے روک کر ان کی بھوک میں اضافہ کیا جارہا ہے۔عوام کو مسائل سے آگاہی تو ہوگئی مگر اس کی بنیادی وجوہات کا علم نہیں جب تک ہمیں وجہ پتہ نہ چلے گی ہم چاہے جتنے بھی ہنگامے کرلیں مسائل کبھی حل نہیں ہونگے۔اس وقت دانشور اور اہل فکر حضرات کو حقیقت پسند بن کر عوامی مسائل کی بنیادی وجوہات

سامنے لانا ہونگی۔ اس کے ساتھ ان کا مناسب حل بھی تجویز کرنا ہوگا۔فرانس اور برطانیہ نے اہل فکر اور دانشوروں کی کاوشوں سے اپنے مریض معاشرے میں انقلابی تبدیلیاں کیں۔فرانس نے خون میں نہا کر (کیونکہ اہل فکر کے معروضات کو ارباب حل وعقد نے نظر انداز کر دیا تھا) اور برطانیہ نے پر امن رہ کر......! کیونکہ برطانوی اہل فکر کی آواز پر سب نے توجہ دیتے ہیں۔اہل فکر نے ہی روس کو فرسودہ شہنشاہیت کے ظلم واستبداد سے نجات دلوائی تھی۔پھر چین اور جاپان نے اہل فکر کے نظریات سے استفادہ کرکے غیر معمولی ترقی کی۔ حالانکہ جاپان اور چین کی ترقی جن اصولوں پر مبنی تھے وہ نظری حیثیت سے ایک دوسرے کی ضد خیال کیے جاتے تھے (یعنی کیپٹلزم اور کیمونیزم) اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نظریات کی اہمیت اپنی جگہ ضرور ہے،تاہم اگر اہل فکر چاہیں تو اس میں جان ڈال کر اس سے استفادہ کریں اور اگر چاہیں اس تو استحصال کا ذریعہ ملک اور قوم کو تباہ کردیں۔ملک تباہی کے دہانے پر ہے عوام جذبات کی آگ میں جھلس رہے ہیں۔ایسے میں اہل فکر اور دانش وروں کو اپنا کردار غیر جانبداری سے انجام دینا چاہیے۔میڈیا لیکس کے حالیہ واقعات سے عوام میں دانشوروں اور اہل فکر پر بھی اعتماد کو دھچکا لگا ہے جو بہت تشویش ناک ہے۔جن پر اعتماد نہ رہے ان کی کسی بات پر عمل کرنے کو بھی کسی کا دل نہیں کرتا۔اس کے لیے ضروری ہے کہ کرپشن کی گندگی کو قانون اور انصاف کے تیزاب سے دھویا جائے۔پھر عوام کو بتائے جائے کہ احتجاج کرنا ان کا جمہوری حق تو ہے مگر اس کا استعمال ''ناحق'' نہیں ہونا چاہیے۔ہمیں بدلا لینے میں اپنے دشمن جیسا یا اُس سے زیادہ کمینہ نہیں ہوجانا چاہیے ورنہ دشمن کے درجے پر ہم خود فائز ہوجاتے ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

19-06-2012